© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد!

بلاسود بینکاری کے امکانات قرآن وسنت کی روشنی میں

حافظ ظفر احمد القاسمی☆

سود کی ممانعت قرآنِ حکیم کی روشنی میں

ربا کے متعلق نصوص قرآنی:

سورۃ بقرہ کی آیت ،۲۷۵ میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ترجمہ: جو لوگ سود کھاتے ہیں اُن کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کر دیا ہو اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، لہٰذا جس شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لیے وہ سود خوری سے باز آ جائے تو جو کچھ کھا چکا سو کھا چکا، اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جو اس کے بعد بھی اس حرکت کا اعادہ کرے گا وہ جہنمی ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

اسی سورۃ کی آیت ،۲۷۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ترجمہ: اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور (یاد رکھو) تمام ایسے لوگوں کو جو نصیحت الٰہی کے ناسپاس اور نافرمان ہیں اس کی پسندیدگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

اسی سورۃ کی آیت ،۲۷۸ ،۲۷۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ترجمہ: مسلمانو! اگر فی الحقیقت تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس سے ڈرو اور جس قدر سود مقروضوں کے ذمہ رہ گیا اسے چھوڑ دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی لیے تیار

☆ ایم اے سال اول شعبۂ القرآن والسنۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو جاؤ (کیوں کہ ممانعت کے صاف صاف حکم کے بعد) اس کے خلاف ورزی کرنا اللہ اور اس کے رسول کے خلاف نبرد آزما ہو جانا ہے، اور (اس باغیانہ روش سے) توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لیے یہ حکم ہے کہ اپنی اصل رقم لے لو، اور سود چھوڑ دو، نہ تو تم کسی پر ظلم کرو۔ نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے گا۔

اسی سورۃ کی آیت ۸۰ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ترجمہ: اور اگر ایسا ہو کہ ایک مقروض تنگدست ہے (اور فوراً قرض ادا نہیں کرسکتا) تو چاہیے کہ اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے، اور اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو تمہارے لیے بہتری کی بات یہ ہے کہ (ایسے تنگ دست بھائی کو) اس کا قرض بطور خیرات بخش دو۔

اسلام کا اقتصادی فلسفہ اور سود:

دورِ حاضر کے سرمایہ داری نظام میں سود کے عنصر کو بے حد اہمیت حاصل ہے، لیکن اسلام کے اقتصادی فلسفہ میں سود کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے کیوں کہ اسلام کے اقتصادی فلسفہ کی رُو سے سود وہ لعنت ہے جو دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز کرنے اور اس کے لازمی نتیجہ میں اجارہ داریاں قائم کرنے، معاشرے میں خودغرضی لالچ اور ظلم وستم کی راہیں کھولنے کی حوصلہ افزائی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے۔ کاروباری اور تجارتی دنیا میں ہر قسم کی زیادتی اور بد دیانتی کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے۔ اسلام چوں کہ عالمگیر اخوت، اجتماعی فلاح و بہبود اور سماجی عدل وانصاف جیسی اعلیٰ ترین اخلاقی قدروں کو فروغ دینے کا خواہاں ہے اس لیے اس نے سود کو حرام قرار دیتے ہوئے ہر قسم کے سودی لین دین کی سختی سے ممانعت کی ہے۔

تجارتی بدعنوانیوں کا انسداد:

تجارت کو اقتصادی نظام کا اہم جزو قرار دینے اور اپنے نظام میں تجارتی سہولتیں اور جائز آسانیاں بہم پہنچانے کے باوجود اسلام کا اقتصادی نظام ان تمام بدعنوانیوں کا سدِ باب کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے جو درحقیقت اقتصادی نظام کے مقاصد اور نصب العین کو تباہ و برباد کرنے کا باعث بنتی ہیں اور تجارت کے نام سے عام بدحالی اور قابلِ نفرت سرمایہ داری کو فروغ دیتی ہیں، اقتصادی نظام کو برباد کرنے اور اس کو کھوکھلا بنانے میں بدعنوانیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی جس قدر بھی تفصیلات و جزئیات ہوسکتی ہیں وہ صرف دو بنیادوں پر قائم ہیں، اسلام نے اپنی اصطلاح میں ان کو دو خصوصی ناموں سے موسوم کیا ہے۔[1]

۱) اِحتکار ۲) اِکتناز

۱) احتکار:

اس سے مراد یہ ہے کہ دولت سمٹ کر کسی ایک ہی طبقہ میں محصور و محدود ہو جائے۔

۲) اکتناز:

اس سے مراد یہ ہے کہ دولت کے عظیم الشان خزانے چند افراد کے پاس جمع ہو جائیں اور ان کے پھیلاؤ اور تقسیم کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔ اسلام نہ احتکار کو منظور کرتا ہے اور نہ اکتناز کو اس لیے وہ ہر معاشی و اقتصادی شعبہ میں ان دونوں کے خلاف قانون سازی کے ذریعے جہاد کرتا ہے اور دونوں ملعون راہیں بند کرتا ہے، احتکار کے سلسلہ میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ ہو۔

"قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من احتکر فھو خاطئی و فی روایۃ المحتکر ملعون."

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احتکار کرنے والا خطا کار ہے اور ایک جگہ فرمایا کہ اس پر خدا کی پھٹکار ہے۔"[2]

اکتناز کا مفہوم باری تعالٰی کے اس فرمان سے ثابت ہوتا ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقو نھافی سبیل اللّٰہ فبشرھم بعذاب الیم۔(توبہ)

"اور جو لوگ خزانہ بناتے ہیں سونے اور چاندی کو اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی اس کی زکوٰۃ اور دیگر حقوق واجبہ مالیہ ادا نہیں کرتے) تو آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔"[3]

سودی لین دین کے بعد اگر کوئی معاملہ بدحالی کا باعث ہے تو وہ یہی تجارتی کاروبار ہے۔[4] جس اقتصادی نظام میں اس کا عمل دخل ہے وہ یکسر برباد اور تباہ ہے۔ یہ کروڑوں انسانوں کو مفلس و محتاج بنا کر ایک مخصوص طبقہ میں دولت کو سمیٹتا اور ان کو اس کا واحد اجارہ دار بنا دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ربح اور ربا:

قرآن کہتا ہے کہ حکیم مطلق نے ربح (نفع جائز) اور ربا (سود) کے درمیان بہت بڑا فرق رکھا ہے اور وہ یہ کہ ربح میں نفع کا مدار ''بیع وشراء'' (خرید وفروخت) سے متعلق ہے اور ربا (سود) میں تاخیر مال اور مدت میں اضافہ نفع کا باعث بنتا ہے اور جبکہ ''بیع وشراء'' (خرید وفروخت) میں دونوں جانب سے تعاون کے معاوضہ اور حقیقی رضا کے ساتھ نفع کا وجود ثابت ہوتا ہے تو اس لیے اس قسم کے نفع کو جائز قرار دیا جانا چاہیے۔ ''واحل اللہ البیع'' اور چوں کہ قرض دار کی جانب سے ادائے قرض میں تاخیر اور قرض خواہ کی جانب سے تاخیر و اضافہ مدت پر نفع کا حصول طرفین کی رضا اور باہمی حقیقی تعاون سے نہیں بلکہ قرض دار کے اضطرار اور قرض خواہ کے بغیر عوض نفع اندوزی پر مبنی ہے اس لیے اس کو بلاشبہ حرام ہونا چاہیے۔

''وحرم الربوا'' غرض ربح اور ربا کو ایک سمجھنا یا ''ربا'' اور ''سود'' کے درمیان فرق قائم کرنا نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور اسلام کے صالح معاشی نظام کی نگاہ میں جدید باطل نظام معاشی کی یہ موشگافی کہ ''انٹرسٹ'' (نفع یا فائدہ) ''ربا'' نہیں ہے بلکہ صرف یوژری (یعنی جو سود شرح مروجہ یا شرح قانونی سے زیادہ بھاری ہو) ہی ''ربا'' (سود) ہے باطل اور فریب ہے اس لیے کہ مذموم سرمایہ داری کے فروغ میں یہ دونوں یکساں محدود معاون ہیں۔[۵]

بینک کی تعریف:

بینک ایک ایسے تجارتی ادارے کا نام ہے جو لوگوں کی رقمیں اپنے پاس جمع کر کے تاجروں، صنعتکاروں اور دیگر ضرورت مند افراد کو قرض فراہم کرتا ہے۔ آج کل روایتی بینک ان قرضوں پر سود وصول کرتے ہیں اور اپنے امانت داروں کو کم شرح پر سود دیتے ہیں اور سود کا درمیانی فرق بینکوں کا نفع ہوتا ہے۔[۶]

خوشنما رنگ وروپ میں ''مارسیاہ'' پوشیدہ ہے:

اس ظاہری چمک میں جو زہر قاتل مستور ہے اگر اس کی تحلیل کی جائے اور اس کو بے نقاب کیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ بینکوں کا وجود اس لیے ہے کہ سرمایہ داروں کے سرمایہ اور پونجی میں بے پناہ اضافہ ہو اور جس دولت وثروت کے ذریعہ محنت کے اشتراک سے متوسط اور غریب طبقے کے افراد کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جا سکتا تھا اس کا انسداد ہو کہ وہ دولت سمٹ کر ایک مخصوص طبقہ میں محصور ہو جائے اور تمام تجارتی کاروبار کے نفع ونقصان کی قسمت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند بینکروں کے ہاتھ میں مقید ہو کر رہ جائے اور اس طرح بینکوں کے سودی جال سے نہ کوئی تجارت محفوظ رہے نہ زراعت اور نہ روزمرہ کی معاشرت۔ اس طرح دنیا خود بخود دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گی ایک طرف تو بڑے بڑے قارون مثالی سرمایہ دار ہوں گے اور دوسری طرف کروڑوں مفلس، نادار اور محتاج جو بدن کے لیے کپڑا اور پیٹ کے لیے روٹی تک نہ رکھتے ہوں اور موسم سرما کی سردی اور گرما کی گرمی میں حیوانوں سے بدتر حال میں تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہوں یا زار و نزار حالت میں سسکتے رہنے کے عادی ہوں۔ درحقیقت بینک سرمایہ داروں کے لیے قارونی دولت کی کاشت کے لیے اور غریبوں کی نعشوں پر سرمایہ کی تعمیر کے لیے بہت عمدہ مسالہ ہے۔ ۷

بینک انسانی ضروریات کا مرکز:

آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ تقریباً ہر انسان اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے بینک کی طرف دوڑتا نظر آتا ہے اور بینک سے قرض لے کر اپنی ضرورت پوری کرتا ہے مثلاً:

۱۔ روزمرہ کی تجارتی ضروریات کے لیے قرض لیتا ہے جس میں بلوں کی ادائیگی اور تنخواہوں کی ادائیگی شامل ہے۔

۲۔ کاروبار کے رواں اخراجات مثلاً: سامان تجارت کی خریداری اور خام مال وغیرہ خریدنے کے لیے قرضے بینک سے لیے جاتے ہیں۔

۳۔ بسا اوقات انسان اپنے بڑے بڑے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بھی بینکوں سے قرض لیتا ہے۔ ۸

سودی بینکاری کا متبادل نظام:

سودی بینکاری کے متبادل نظام پر گفتگو سے پہلے چند بنیادی باتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔

۱۔ بینک کے جو کام موجودہ تجارتی حالات میں ضروری یا مفید ہیں، ان کی انجام دہی کے لیے ایسا طریق کار اختیار کیا جائے جو شریعت کے اصولوں کے دائرے میں ہو، اور جس سے شریعت کے معاشی مقاصد پورے ہوں اور جو کام شرعی اصولوں کے مطابق ضروری یا مفید نہیں ہیں، جنھیں شرعی اصولوں کے مطابق ڈھالا نہیں جا سکتا، ان سے صرف نظر کی جائے۔

۲۔ چوں کہ سود کی ممانعت کا اثر تقسیم دولت کے پورے نظام پر پڑتا ہے اس لیے یہ توقع کرنا بھی غلط ہو گا کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سود کے شرعی متبادل کو بر سر کار لانے سے تمام متعلقہ فریقوں کے نفع کا تناسب وہی رہے گا جو اس وقت سودی نظام میں پایا جاتا ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اگر اسلامی احکام کو ٹھیک بروئے کار لایا جائے تو اس تناسب میں بڑی بنیادی تبدیلیاں آسکتی ہیں، بلکہ یہ تبدیلیاں ایک مثالی اسلامی معیشت کے لیے ناگزیر طور پر مطلوب ہیں۔

۳۔ آج کل بینک جو خدمات انجام دیتا ہے اس میں یہ پہلو مفید بلکہ موجودہ معاشی حالات کے پیشِ نظر ضروری ہے کہ وہ لوگوں کی منتشر انفرادی بچتوں کو یکجا کر کے انھیں صنعت و تجارت میں استعمال کرنے کا ذریعہ بنے۔ یہ بچتیں اگر ہر شخص کی اپنی تجوری میں پڑی رہتیں تو ان سے صنعت و تجارت کے فروغ میں کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ خلاصۂ کلام: بینک ایک ایسے ادارے کا نام ہے جو روپے کا لین دین کرتا ہے، اسے اس بات سے سروکار نہیں ہے کہ اس روپے سے جو کاروبار ہو رہا ہے اس کا منافع کتنا ہے اور اس سے کس کو فائدہ اور کس کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ جبکہ اسلامی احکام کی رو سے بینک کو ایک ایسا تجارتی ادارہ بنانا پڑے گا جو بہت سے لوگوں کی بچتوں کو اکٹھا کر کے ان کو براہ راست کاروبار میں لگائے اور وہ سارے لوگ جن کی بچتیں اس نے جمع کی ہیں براہ راست اس کاروبار میں حصہ دار بنیں اور ان کا نفع و نقصان اس کاروبار کے نفع و نقصان سے وابستہ ہو جو ان کے سرمائے سے بالآخر انجام دیا جا رہا ہے۔

اس متبادل نظام پر یہ اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ بینک ایسی صورت میں ایک تجارتی ادارہ بن گیا ہے کیوں کہ ایسا متبادل نظام جس کی تلاش کی جا رہی ہو ممکن نہ ہو سکے گی۔

۴۔ صدیوں سے جمے اور بیٹھے ہوئے کسی نظام کو بدل کر اس کی جگہ ایک نیا نظام جاری کرنے میں ہمیشہ مشکلات ہوتی ہیں، لیکن اگر نظام کی تبدیلی ضروری ہو تو صرف ان مشکلات کی بناء پر نئے نظام کو ناقابلِ عمل قرار دینا کسی طرح درست نہیں، ایسے میں ان مشکلات کا حل تلاش کیا جاتا ہے، ان مشکلات کے خوف سے پیش قدمی نہیں روکی جا سکتی۔[9]

نفع لینا کس صورت میں جائز ہے؟

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ''لاربح مالم یضمن.''[10]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جو چیز ضمان میں نہیں اس پر کوئی نفع نہیں۔''

ایک قاعدہ کلیہ:

مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم ایک قاعدہ کلیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کسی چیز پر نفع لینا اس وقت جائز ہوتا ہے جب انسان اس کی ہلاکت کا خطرہ اپنے سر لے لے۔ اگر ہلاکت کا خطرہ اپنے سر نہیں لیا تو اس پر نفع لینا بھی جائز نہیں۔[۱۱]

سود کی حرمت کی علت:

الغنم بالغرم یعنی کسی چیز کا فائدہ انسان اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جب وہ اس کی ذمہ داری بھی برداشت کرے۔ اسی کو الخراج بالضمان کہا جاتا ہے، یعنی نفع اور آمدنی اسی وقت حاصل کرسکتا ہے جب انسان اس کی ذمہ داری بھی اُٹھائے۔ اب اگر انسان ذمہ داری تو نہ اُٹھائے لیکن نفع لینے کے لیے تیار ہو تو یہ صورت شریعت میں جائز نہیں۔[۱۲]

شرکت ومضاربت:

مذکورہ بالا بنیادی باتیں ذہن نشین ہو جانے کے بعد عرض خدمت ہے کہ سود کا صحیح اسلامی متبادل شرکت اور مضاربت کا طریقہ ہے جو سود سے بدرجہا اچھے نتائج کا حامل ہے، یہ تحویل کا نہایت مثالی، عادلانہ، منصفانہ طریقہ ہے جس کے تقسیم دولت پر بہت اچھے نتائج مرتب ہوتے ہیں، اس سے بینکنگ کا یہ تصور بھی ختم ہوسکتا ہے کہ بینک کاروبار کے عمل سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہوئے صرف سرمایہ فراہم کرنے کے لیے واسطہ بنتا ہے، شرکت اور مضاربت کا نظام جاری ہونے کی صورت میں بینک کا نام خواہ بینک ہی رہے لیکن بینک کی یہ حیثیت ختم ہو جائے گی اب بینک کا باقاعدہ کاروبار میں عمل دخل ہوگا۔[۱۳]

شرکت اور مضاربت کے درمیان فرق:

شرکت اور مضاربت میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ شرکت میں شرکاء سرمائے میں بھی حصہ دار ہوتے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اورعمل میں بھی حصہ دار ہو سکتے ہیں، اگر کوئی عمل کاروبار میں دخل نہ دے یہ الگ بات ہے اور مضاربت میں رب المال کا سرمایہ ہوتا ہے اور مضارب عمل کرتا ہے، رب المال کی عمل میں شرکت نہیں ہوتی۔[۱۴]

شرکت اور مضاربت کے چند بنیادی اصول:

اب یہاں سے شرکت اور مضاربت کے چند اصول بیان کیے جاتے ہیں، شرکت اور مضاربت کا معاملہ کرتے ہوئے ان کی رعایت ضروری ہوگی۔

۱۔ سرمائے کے تناسب سے نفع مقرر کرنا شرعاً جائز نہیں، نفع مقرر کرنے کا صحیح شرعی طریقہ یہ ہے کہ جو نفع حقیقت میں ہوگا اس کا فیصد حصہ مقرر کیا جائے۔

۲۔ نفع میں جو تناسب بھی چاہیں باہمی رضامندی سے طے کر سکتے ہیں، مثلاً: کسی کا سرمایہ چالیس فیصد ہو اور اس کے لیے ساٹھ فیصد نفع کی شرط لگائی جائے اور دوسرے کا سرمایہ ساٹھ فیصد ہو اور اس کے لیے چالیس فیصد نفع کی شرط لگائی جائے یہ جائز ہے، نفع کی تقسیم بقدر سرمایہ ضروری نہیں، اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مختلف شرکاء کے لیے نفع کی مختلف شرحیں طے کی جا سکتی ہیں جس کو آج کل کی اصطلاح میں وزن (Weightage) دینا کہتے ہیں مختلف شرکاء کو مختلف وزن دیا جا سکتا ہے، البتہ جس شریک نے کام نہ کرنے کی شرط لگائی ہو اس کا نفع اس کے سرمائے کے تناسب سے زائد نہیں ہو سکتا۔

۳۔ نفع میں تو مختلف شرکاء کو مختلف وزن دیا جا سکتا ہے لیکن نقصان میں اس طرح کرنا جائز نہیں۔ نقصان بہر حال سرمایہ کے بقدر ہوگا۔ جس کو فقہاء یوں تعبیر فرماتے ہیں۔

"الربح على ما اصطلحوا عليه والوضيعة بقدر راس المال." [۱۵]

"منافع اس مقدار کے مطابق ہوگا جس پر وہ شرکاء متفق ہو گئے تھے اور نقصان سرمایہ کی مقدار کے مطابق ہوگا۔"

شرکت و مضاربہ میں دشواریاں اور ان کا سبب:

شرکت اور مضاربہ کے جاری کرنے میں عموماً دو قسم کی دشواریاں بتائی جاتی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۔ ایک یہ کہ آج کل دیانت وامانت کا معیار بہت پست ہو گیا ہے، کسی کو شرکت پر سرمایہ دیا جائے تو وہ کبھی بھی حقیقی نفع نہیں بتا تا بلکہ نفع کی بجائے نقصان دکھاتا ہے اس لیے شرکت پر عمل مشکل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی معاشرے میں بد دیانتی کی حالت افسوس ناک ہے لیکن بد دیانتی کی وجہ سے کبھی کوئی کام بند نہیں ہوتا۔

مختلف طریقوں سے بد دیانتی کا سدباب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مثلاً آڈٹ کا نظام، اکاؤنٹس کا نظام، سینٹرل بینک کی نگرانی وغیرہ۔ مشارکہ اور مضاربہ میں بھی اس جیسی کارروائیاں کی جاسکتی ہیں، نیز جس شخص یا ادارے میں ایک دفعہ بد دیانتی ثابت ہو جائے اس کو تمام بینکوں میں بلیک لسٹ کیا جا سکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص آئندہ کبھی کسی بینک سے سرمایہ حاصل کرنے سے محروم ہو جائے گا، اگر اس کو قانون بنا کر مؤثر طور پر نافذ کیا جائے تو لوگ بد دیانتی کرتے ہوئے ڈریں گے اور بڑی حد تک اس مفسدہ کا سدِ باب ہو جائے گا اور بھی متعدد کارروائیاں ہو سکتی ہیں۔ ایک بینک تنہا اگر یہ کام کرے تو واقعی اس کے لیے دشواریاں ہیں لیکن اگر حکومتی سطح پر یہ کام کیا جائے اور تمام بینکوں کا نظام اس کے مطابق ہو تو بد دیانتی کے سدباب کے طریقے ہو سکتے ہیں۔

۲۔ دوسری دشواری انکم ٹیکس کے نظام کی وجہ سے ہے۔ عموماً تاجر دو قسم کے کھاتے بناتے ہیں۔ انکم ٹیکس کے لیے الگ کھاتے ہوتے ہیں اور واقعی کھاتے دوسرے ہوتے ہیں۔ اس صورت میں مشارکہ یا مضاربہ پر سرمایہ لینے والا حقیقی نفع دکھائے تو انکم ٹیکس والے پکڑ لیتے ہیں اور اگر وہ بینک کو حقیقی نفع نہ دکھائے تو نفع کی حقیقی تقسیم نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب حکومتی سطح پر اس مسئلے پر غور کیا جائے تو مشارکہ اور مضاربہ کو کامیاب بنانے کے لیے ٹیکس کے نظام کی اصلاح بھی ضروری ہوگی، ٹیکس کو آمدنی سے وابستہ کرنے کے بجائے ریاستی ضروریات کے لیے ٹیکس کا کوئی ایسا نظام جاری کیا جا سکتا ہے جس میں بد دیانتی کا یہ دروازہ بند ہو جائے۔ پھر تمویل کی بہت سی مدات ایسی ہیں جہاں شرکت و مضاربت میں بہت لمبے چوڑے حساب و کتاب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ مثلاً برآمدات کی تمویل میں پہلے سے برآمد کیے جانے والے سامان کی لاگت اور حاصل ہونے والی متوقع قیمت کا علم ہوتا ہے لہٰذا اس میں شرکت یا مضاربت کرنے میں دھوکہ فریب کا امکان بہت کم ہے۔ اس طرح یہ ضروری نہیں کہ بینک تاجر کے پورے کاروبار میں شریک ہو بلکہ وہ کاروبار کے متعین حصے میں بھی شرکت کر سکتا ہے جس میں نفع کا تعین زیادہ مشکل نہیں ہوگا، اس کے علاوہ چوں کہ بینک کے لیے تاجروں کا ابدی اور دائمی شریک رہنا ضروری نہیں بلکہ تاجروں اور صنعتکاروں نے اپنی عمارت، مشینری وغیرہ پہلے ہی سے لگائی ہوئی ہے اور بینک چھ ماہ یا سال بھر کے لیے ان سے شرکت کا معاملہ کر سکتا ہے، اس لیے یہ بات بھی باہمی رضامندی سے طے ہو سکتی ہے کہ اس مخصوص اور محدود شرکت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں کاروبار کے صرف براہ راست اخراجات (Dirrect Expenses) تسلیم کیے جائیں گے اور اجمالی منافع (Gross Profit) فریقین کے درمیان تقسیم ہوگا اور چوں کہ جامد اثاثے تاجر نے فراہم کیے ہیں اس لیے اس کے نفع کا تناسب بڑھایا جاسکتا ہے لیکن ان جامد اثاثوں کے اخراجات اور بالواسطہ اخراجات شرکت پر نہ ڈالے جائیں، اس طرح حساب وکتاب میں آسانی ہوجائیگی اور بددیانتی کا خطرہ بھی کم ہوجائے گا اور ٹیکس چوں کہ صافی منافع [۱۶] (یعنی کلیرنس اور آڈٹ کے بعد جو نفع حاصل ہو اس کو صافی نفع کہتے ہیں) پر لگتا ہے اس لیے ٹیکس کے مسئلے کا بھی حل نکل آئے گا۔[۱۷]

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی نبیہ الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین .

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱۔ سیوہاری، حفظ الرحمٰن، مولانا، اسلام کا اقتصادی نظام، لاہور، ادارہ فروغِ اسلام، ۱۹۷۴ء: ص۲۶۴، ۲۶۵

۲۔ ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب عمری، مشکوۃ المصابیح، لاہور، دینی کتب خانہ، س، ن، ص ۳۷، ج ۲

۳۔ القرآن: ۹: ۳۴

۴۔ حفظ الرحمٰن: اسلام کا اقتصادی نظام: محولہ بالا، ص ۲۶۵

۵۔ ایضاً، ص، ۲۸۶

۶۔ عثمانی، محمد تقی، مولانا، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۵

۷۔ حفظ الرحمٰن: اسلام کا اقتصادی نظام، محولہ بالا، ص ۳۰۴، بتصرف

۸۔ عثمانی، محمد تقی، مولانا، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، محولہ بالا، ص ۱۱۷، بتصرف

۹۔ ایضاً: ص ۱۳۳، بتصرف

۱۰۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کراچی، دارالاشاعت، س، ن، ص ۱۴۸، ج ۱

۱۱۔ عثمانی، محمد تقی، تقریر ترمذی: کراچی، میمن اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۱۱۵، ج ۱، بتصرف

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۶، ج ۱

۱۳۔ عثمانی، محمد تقی، مولانا، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، محولہ بالا: ص ۱۳۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۳۷، ۱۳۸

۱۵۔ ایضاً: ص ۱۳۷ تا ۱۳۹ ملخص

۱۶۔ ایضاً: ص ۱۳۹

۱۷۔ ایضاً: ص ۱۳۹

© rasailojaraid.com